عالمِ اسلام

حالات و واقعات کے آئینہ میں

[اس شمارے میں ہم ترجمان القرآن میں ایک نئے باب کا اضافہ کر رہے ہیں جس کا عنوان ہے "عالمِ اسلام حالات و واقعات کے آئینے میں"۔ اس باب میں ہم قارئین کرام کے سامنے عالمِ اسلام کے مختلف پہلو رکھیں گے۔ انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک اور ترکی سے موزمبیق تک اسلامی دنیا کی حدود پھیلی ہوئی ہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس طویل و عریض خطہ میں مہینہ بھر میں ہونے والے اہم واقعات قارئین کے سامنے پیش کریں، اہم شخصیات کا تعارف کرائیں اور اہم کتابوں کا خلاصہ بیان کریں۔ اور خاص طور پر اسلامی تحریکوں کی سرگرمیوں اور اسلامی فکر و ثقافت کی رفتارِ ترقی سے قارئین کو روشناس کراتے رہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام اس باب کو پسند فرمائیں گے اور اپنے تاثرات سے آگاہ کریں گے۔

خلیل حامدی]

انڈونیشیا اور اسرائیل۔ جنرل عبدالحارث کی تصریحات

انڈونیشیا میں روزانہ ایسے اجتماعات اور تقریبیں منعقد ہو رہی ہیں جن میں انڈونیشی عوام کو مسئلہ فلسطین کی تاریخ اور پس منظر سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اُن سازشوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے جو فلسطین اور بیت المقدس اور قبلۂ اول کے خلاف دنیا کی سامراجی اور صیہونی طاقتیں تیار کر رہی ہیں۔ اس سلسلے کا سب سے بڑا اجتماع وہ تھا جو یکم دسمبر ۱۹۶۹ء کو غزوۂ بدر کی یاد میں "دفاع مسجد اقصیٰ کونسل" کی طرف سے منعقد کیا گیا۔ اس اجتماع میں انڈونیشیا کی اعلیٰ مشاورتی کونسل کے صدر جنرل عبدالحارث ناسوتیان نے بھی تقریر کی۔ موصوف کی تقریر کے اہم حصے یہ ہیں :

اس کانفرنس کے منتظمین کی طرف سے مجھے کانفرنس میں شریک ہونے کی جو دعوت دی گئی ہے اُس کا میری ذات پر اور میرے افرادِ خاندان پر نہایت خوشگوار اثر ہوا ہے۔ میرے دل میں جس چیز نے سب سے زیادہ مسرت کے جذبات پیدا کیے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ حضرات کے اِس اقدام نے میرے اس یقین کو مزید مضبوط کر دیا ہے کہ توحید خالص سے لبریز دل ہی مسلمانوں کے اندر اخوت و اتحاد کے رشتوں کو مستحکم کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل واضح اور بدیہی حقیقت ہے۔ توحید دو بڑی شہادتوں پر مشتمل ہے ایک "لا الٰہ الا اللہ" کی شہادت اور دوسری "محمد رسول اللہ" کی شہادت۔ ان دونوں شہادتوں کے تقاضے ہیں جب ہم اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں تو ایک ہی طرح کے الفاظ ہماری زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اور ایک ہی قبلہ کی طرف ہماری پیشانیاں خم ہو جاتی ہیں۔ فکر و نظر اور قبلہ کے اتحاد کو ہم پوری امتِ مسلمہ کے اتحاد کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

آپ کی یہ تنظیم (دفاعِ مسجدِ اقصیٰ کونسل)، اور اس سے پہلے اسرائیلی جارحیت کا شکار ہونے والوں کے لیے قائم کی جانے والی کمیٹی اور اُس کے ساتھ آپ کا تعاون، یہ باتیں واضح کرتی ہیں کہ ہم انڈونیشی مسلمان خاص طور پر اور پوری انڈونیشی قوم عام طور پر اپنی ملت اور قوم کے اندر مجاہدانہ کارروائیوں اور سرگرمیوں کو فروغ دینے کی سخت محتاج ہے۔ انڈونیشی ہونے کی حیثیت سے ہم نے اسرائیلی جارحیت کے معاملے میں ۱۹۶۶ء میں مشاورتی کونسل کے چوتھے سیشن میں اپنا موقف صاف صاف بیان کر دیا تھا۔ ہماری اس قرارداد کے الفاظ یہ ہیں:

"فلسطینی عربوں کی جنگ حق، انصاف اور آزادی کی جنگ ہے۔ انڈونیشیا ہمیشہ اس جنگ میں اس وقت تک عربوں کا ساتھ دیتا رہے گا جب تک اسرائیل کے خلاف عربوں کی یہ جنگ اپنے اصل مقاصد سے ہمکنار نہیں ہو جاتی"

پھر جب جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل نے عربوں پر جارحانہ حملہ کیا تو اس قرارداد کی چھٹی دفعہ میں ذیل کے الفاظ کا اضافہ کر دیا:

"اسرائیل کے اس جارحانہ حملے کے پیشِ نظر انڈونیشیا یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ

اسرائیل اپنے علاقوں کی توسیع کے لیے جو کارروائیاں کر رہا ہے اُن کا کوئی جواز نہیں ہے اور اسرائیلی جارحیت کا نشانہ بننے والوں کی روز افزوں تعداد اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ انڈونیشیا عربوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کرے"

مشرق اوسط کے ممالک کے متعدد اسلامی وفود ہم سے آکر ملے ہیں۔ اور مشرق اوسط کے حالات سے انہوں نے ہمیں آگاہ کیا ہے اور مشرق اوسط کے مسائل میں انڈونیشیا کے تعاون کو ترقی دینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے ہمیشہ ان وفود کے سامنے انڈونیشی عوام کے واضح موقف کی توثیق کی ہے جسے انڈونیشی حکومت اپنے عوام کے ساتھ مل کر عملی جامہ پہنا رہی ہے۔ انڈونیشیا کا موقف یہ ہے کہ انڈونیشیا حق و انصاف اور آزادی کی راہ میں لڑنے والوں کا ہراول دستہ ہوگا۔

——— - - انڈونیشیا کے ۱۹۴۵ء کے دستور میں بھی اس امر کا اعلان کیا گیا ہے کہ "آزادی تمام اقوام کا حق ہے۔ لہٰذا دنیا میں جہاں کہیں بھی استعمار کا وجود پایا جائے اُس کا کلی خاتمہ کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ انسانیت اور انصاف کے منافی ہے"۔ ۱۹۴۵ء کے دستور کا یہ حصہ آج بھی جوں کا توں قائم ہے۔

مسجد اقصیٰ کی دفاعی کونسل نے جاکرتا میں جو کانفرنس کی ہے اُس میں بھی میں نے اپنی تقریر میں اپنے چند تجربات اور کوششیں بیان کی تھیں جو میں نے اُس زمانے میں سرانجام دی تھیں جب میں دفاع اور امن عامہ کے امور کا سربراہ تھا۔ اس میں میں نے بتایا تھا کہ ہم نے جنوبی افریقہ کی عوامی تحریک سے لے کر شمالی افریقہ کی جنگِ آزادی تک کس کس طرح اپنے افریقی بھائیوں کی امداد کی تھی۔ ہم نے اس زمانے میں آزادی کے لیے لڑنے والی اِن اقوام کے پاس فوجی مشن بھیجے تھے۔ انڈونیشیا میں ان کے دفاتر قائم کیے، فوجی ماہرین تربیت کے لیے بھیجے اور ان کے خاص خاص مجاہدین کو عسکری تربیت دی۔ علاوہ ازیں اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی پلیٹ فارموں پر بھی ہم نے ہمیشہ اُن اقوام کے حق میں آواز اٹھائی۔ بنڈونگ میں ایشیا اور افریقہ کی آزادی پسند اقوام کی کانفرنس کا انعقاد بھی انڈونیشیا کے ان عناصر کی کوششوں کا نتیجہ تھا جو بیرونی طاقتوں کا آلۂ کار بنے بغیر صرف اپنے تاریخی اور قومی احساسات

کے تحت مظلوموں سے تعاون کے خواہاں تھے۔

اب سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ اسرائیل کی سرکشی اور غرور میں اس قدر اضافہ کیوں ہو گیا ہے کہ اُسے یہ جرأت ہو گئی کہ وہ مسجد اقصیٰ میں آگ لگا دے اور بیت المقدس پر قابض ہو جائے۔ دراصل بیت المقدس پر اسرائیل کا قبضہ بین الاقوامی صیہونیت کی ایک کڑی ہے۔ یہودی ارد گرد کے تمام علاقوں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ۱۹۴۸ء سے انہوں نے اپنی فتوحات کا آغاز کیا تھا۔ وہ اب تک دس لاکھ فلسطینی مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال چکے ہیں۔ آخر یہودیوں کے حوصلے اس قدر کیوں بڑھ چکے ہیں۔ یہودیوں کے حوصلے بڑھنے کی واحد وجہ یہ ہے کہ انہیں پختہ یقین ہے کہ مسلمان اس وقت انتشار اور تفرقہ اندازی کا شکار ہو چکے ہیں، اور خود عربوں کی صفوں میں اتحاد باقی نہیں رہا ہے۔ لہٰذا جب کبھی اقوام متحدہ کی طرف سے اسرائیل کی جارحیت کی مذمت کی جاتی ہے اور عربوں کے حقوق بحال کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اسرائیل اُسے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے اور اپنے ظلم و طغیان میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اسرائیل مسجد اقصیٰ کی آتشزنی کے بعد بھی برابر جارحانہ کارروائیوں میں مصروف ہے۔ پچھلے چند دنوں سے اسرائیل نے اپنے تشدد میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، اُس نے یہ احکام جاری کر دیئے ہیں کہ عربوں کی بستیوں کو پیوند خاک کر دیا جائے۔ اقوام متحدہ نے اس موقع پر بھی اسرائیل کو اس کارروائی سے باز رہنے کی تلقین کی ہے مگر اسرائیل نے سُنی اَن سُنی کر دی ہے۔ کیونکہ وہ مطمئن ہے کہ مسلمان پراگندہ ہیں اور عرب باہم لڑ رہے ہیں۔

ضرورت اس امر کی تھی کہ اسرائیل کا یہ جارحانہ اقدام جس میں اُس نے مسلمانوں کے مقدس مقامات کی توہین کی ہے، عالمی پیمانے پر مسلمانوں کے اتحاد کا نقطۂ آغاز بن جاتا۔ اور قومی پیمانے پر انڈونیشیا میں اسلامی اتحاد کی فضا پیدا ہو جاتی۔ لیکن متعدد داخلی اور خارجی عوامل کی بنا پر ابھی تک ہم متحدہ تنظیم قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ بلکہ کوئی ایسی چھوٹی موٹی انجمن بھی نہیں بنا سکے جسے آگے چل کر وسیع تر اسلامی اتحاد کا ذریعہ بنا سکیں حالانکہ ہم اس وقت اسلامی بنیادوں پر متحد ہونے کے شدید ضرورت مند ہیں، خود صدر سوہارتو بھی سماٹرا میں اپنی تقریر کے دوران اس اتحاد کی ضرورت پر زور دے چکے ہیں۔ ملکی پیمانے پر مسلمانوں کی ایک کانفرنس کا قیام اصل غرض و غایت نہیں ہے بلکہ وہ مسلم عوام کے باہمی تعاون و مشاورت کا ایک ذریعہ بن

سکتی ہے تاکہ مسلمان متحدہ انڈونیشیا کی تعمیر میں اور انڈونیشیا کی روحانی اور مادی ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کرسکیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم ابھی تک ایک ایسی ملّی کانفرنس کے انعقاد میں بھی بے بس ثابت ہو رہے ہیں۔

اس امر میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ہماری داخلی کمزوریوں کے ساتھ ساتھ ہمارے ملک میں اسلام اور جمہوریت کے دشمنوں کی طرف سے برابر ایسی سازشیں کی جارہی ہیں جو ان کوششوں میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہیں جو مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے سرانجام دی جارہی ہیں۔ چنانچہ یہ وہی اسلام دشمن عناصر ہیں جنہوں نے مسجدِ اقصیٰ کے حادثۂ فاجعہ کو بہانہ بنا کر نہ صرف خود انڈونیشیا کے اندر انتشار پھیلانے کی کوشش کی ہے بلکہ ہمارے اور عربوں کے درمیان اور ہمارے اور اسلامی ممالک کے درمیان منافرت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہمیں باخبر رہنا چاہیے کہ یہودی عناصر مختلف اقتصادی اور ثقافتی بھیس بدل کر اور نشر و اشاعت اور رابطۂ عوام کے مختلف وسائل کے ذریعہ سے انڈونیشیا کے اندر گھس رہے ہیں، اور ہمارے عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور اُن کے اندر یہ پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ مسئلہ فلسطین اسلام اور مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے[1] حالانکہ مسجدِ اقصیٰ تمام دنیا کے مسلمانوں کی مقدس ترین مسجد ہے۔ اور وہ اس رجحان کو رواج دے رہے ہیں کہ انڈونیشیا کی نظر میں مسئلہ فلسطین کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ حالانکہ ہمارا دستور اور اعلیٰ مشاورتی کونسل یہ قطعی فیصلہ کر چکے ہیں کہ انڈونیشیا لازماً اس قوم کا ساتھ دے گا جس کے وطن پر سامراجیوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ ہمیں انڈونیشیا میں ان عناصر سے پوری طرح چوکنا رہنا چاہیے اور خالصتہً اسلامی اور ملّی اتحاد کو بروئے کار لا کر اپنے تحفظ کا فوری سامان مہیا کرنا چاہیے۔

مسجدِ اقصیٰ کی آزادی بیت المقدس کی آزادی سے وابستہ ہے اور بیت المقدس کی آزادی کو فلسطین کے جہادِ آزادی سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ہم فلسطین کی آزادی کی تحریکوں اور فلسطینی مجاہدین کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔ وہ جائز دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم اُن عرب ممالک کی حمایت بھی

---

[1] عربوں کے سوشلسٹ عناصر کا بھی نقطۂ نظر ہے۔ وہ فلسطین کو مسلمانوں کا مسئلہ نہیں بلکہ صرف عربوں کا مسئلہ قرار دیتے ہیں۔ اور عربوں کی بھی اُن طاقتوں تک اس مسئلے کو محصور رکھنا چاہتے ہیں جو ترقی پسند اور سوشلسٹ ہیں۔